تین خوش نصیب طبقے

چند سال قبل بندہ ایک مجلس میں کچھ نوجوانوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ بات عالمِ اسلام کے حالات اور مسلمانوں کو درپیش ہمہ جہت معرکہ آرائی کے حوالے سے ان کے کردار کی طرف مڑ گئی۔ ایک صاحب لاتعلق سے بیٹھے تھے۔ نوجوان مایوسی کی باتیں کرتے، امکانیات کے فقدان کا شکوہ کرتے اور میں انہیں حوصلہ دلاتا کہ سفر ایک ہزار میل کا ہو تو پھر بھی شروع ایک قدم سے ہی ہوتا ہے۔ اتنے میں ان بڑے صاحب سے نہ رہا گیا۔ بندہ سے مخاطب ہو کر بولے:

''مولانا صاحب! آپ بچوں کو ویسے ہی ورغلا رہے ہیں۔ سیدھے سادھے مان کیوں نہیں لیتے کہ آپ سورۂ فیل پڑھ کر پھونکنے سے میدان نہیں مار سکتے۔ مغرب بہت آگے جا چکا ہے۔ آپ کے تصور سے بھی بہت آگے۔''

''آپ مغرب کو جتنا آگے دیکھ رہے ہیں، ہم اس کو اس سے بھی بہت آگے دیکھ رہے ہیں، موجودہ زمانے کے معلوماتی انسانوں کے تصور سے بھی آگے، کافی آگے جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ جب تک مغرب کی مصنوعی طاقت، فطری قوتوں سے آگے (بظاہر نہ کہ حقیقت میں) نہ جائے گی، آخری معرکہ ہی برپا نہ ہوگا۔ اور آخری معرکہ کو سورۂ فیل والے ہی جیتیں گے بشرطیکہ ان کو سورۂ کہف بھی یاد ہو۔''

محترم موصوف تو ہکا بکا ہو کر بندہ کی شکل دیکھنے لگے کہ یہ کیسا جھرلو گھماؤ قسم کا آدمی ہے، بات کو کہاں سے کہاں پھیر دیتا ہے؟ ان کو تو کچھ نہ سوجھی البتہ جن نوجوانوں سے گفتگو چل رہی تھی، ان میں سے ایک بولا:

''جناب شاہ صاحب! لگتا تو یہی ہے اگر حضرت مہدی بھی آ جائیں تو ان کو حالات سدھارنے میں بہت عرصہ لگے گا۔''

''نہ میرے عزیز نا! چند سال بھی نہ لگیں گے۔ اس لیے کہ مغرب کی چکا چوند جو آپ کو نظر آ رہی ہے، اس میں مسلمانوں کا خون پسینہ شامل ہے تو یہ چراغ جل رہے ہیں۔ اب مغرب اپنی اس کامیابی کے پیچھے مسلم دنیا کے قابل ترین دماغوں اور محنتی ترین باکمال ہنرمندوں کی موجودگی کا اعتراف کرے یا نہ کرے بلکہ ان کی محنت پر بھی اپنا ٹریڈ مارک لگا لے...... لیکن ایک دنیا جانتی ہے کہ مسلمان اپنی قیادت کی طرف سے حوصلہ افزائی اور اعتراف و تحسین نہ ہونے کی وجہ سے مغرب کی چاند گاڑی کو اپنی صلاحیتوں سے ایندھن دے رہے ہیں۔ گوروں میں اتنے جینئس نہیں پیدا ہوتے جتنے ہم میں...... ہم سے مراد عالمِ اسلام اور بالخصوص پاکستان ہے...... پیدا ہوتے ہیں۔ جب اجتماعیت کی پُرخلوص آواز لگے گی اور قیادت کا بے لوث پن سامنے آئے گا تو یہ سب دوڑے دوڑے آئیں گے تب آپ گرمی بازار دیکھیے گا۔''

''لیکن آپ تو ایک مضمون میں کہہ رہے تھے کہ دنیا میں اس وقت مختلف علوم و فنون میں خصوصاً جینیاتی اور عسکری سائنس میں یہودیوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان کے نوبل انعام یافتہ سائنس دانوں کی کھیپ ہے جو ان کو دجال کی قیادت میں دنیا پر غلبہ دلانے اور موت پر بھی قابو پانے کے لیے کام کر رہی ہے۔''

''یہ بات آپ نے خوب اُٹھائی ہے۔ دنیا کی تاریخ کو یکسر تبدیل کر دینے والی ہر ایجاد کے پیچھے یہودی ہیں۔ مثلاً: مائیکرو پروسیسنگ چپ'' کے پیچھے سٹینلے۔ نیوکلیئر چین ری ایکٹر کے پیچھے لیو۔ آپٹیکل فائبر کیبل کے پیچھے پیٹر۔ ٹریفک لائٹ کے پیچھے چارلیس ایڈلر۔ اسٹین لیس اسٹیل کے پیچھے بینو سٹرس۔ ویڈیو ٹیپ کے پیچھے چارلس کنسبرگ...... یہود نے مائنڈ کنٹرول ٹیکنالوجی حاصل کی ہے جس سے وہ انسانی ذہنوں کو اپنی مرضی کے مطابق پھیرنے کی صلاحیت کسی قدر حاصل کر چکے ہیں۔

تین خوش نصیب طبقے

یہ دجال کا سب سے بڑا ہتھیار ہوگا۔ اس کا نام ایم کے الٹرا ہے۔ سی آئی اے جیسے ادارے کے ڈائریکٹر سیلن فیلڈ نے 1977ء میں سرعام تسلیم کیا تھا کہ لاکھوں ڈالرز جادوٹونے، نفسیات اور روحانیات کے مطالعہ پر خرچ کیے گئے ہیں۔ موسیقی کی دھنوں میں ''بیک ٹریکنگ'' کے ذریعے بیہودہ شیطانی پیغامات (مثلاً: Kil your Mum) ریورس ٹریک میں چھپا کر پوری دنیا میں نشر کیے جارہے ہیں۔ 1940ء میں ایک امریکی یہودی سائنس دان نکولا ٹیسلا نے (موت کی شعاعیں Deat hray) ایجاد کرنے کا اعلان کیا۔ 1987ء سے یہودی سائنس دانوں کی سربراہی میں زمین کی قدرتی گردش کو متاثر کرکے ''زمین کی نبض'' سے چھیڑ چھاڑ کی کوششیں شروع ہیں حتیٰ کہ زمین کا مقناطیسی میدان ختم ہوجائے گا اور اس کی گردش تھم کر حدیث شریف میں بیان کردہ ظہور دجال کی علامات کے مطابق سست ہوجائے گی۔ ایک دن ایک سال کے برابر، پھر ایک دن ایک ماہ کے برابر، پھر ایک دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا۔ آکسفورڈ کی پروفیسر سوس گرین فیلڈ نے کہا ہے کہ انسانی دماغ کی پوری میموری کمپیوٹر میں فیڈ کرنا ممکن ہوچکا ہے۔ اس پروفیسر صاحبہ نے اگلے مرحلے کا انکشاف نہیں کیا۔ وہ ہم جیسے فقیر کیے دیتے ہیں۔ اگلا عمل اس کا عکس ہوگا یعنی کسی کمپیوٹر کی میموری کسی انسانی ذہن میں اپ لوڈ کردی جائے گی تا کہ سپرمین (الدجال الاعظم) کا راستہ ہموار ہوجائے گا جو وقتی طور پر غیرفانی لگے گا۔ یہودی سائنس دانوں نے انسانی جینیاتی کوڈ پڑھ لیا ہے۔ یہ تین ارب حروف کا امتزاج ہے۔ مذکورہ کامیابی کو انسانی تاریخ کی سب سے بڑی کامیابی قرار دیا گیا ہے۔ یہ سب محیرّ العقول قسم کی ایجادات اپنی جگہ......لیکن جب حضرت مہدی آئیں گے تو صالح اور قابل مسلمانوں کے علاوہ (لگتا ہے) دو قسم کے طبقے ان کے ساتھ شامل ہوجائیں گے:

(1) ایک تو وہ یہودی جو آج کل کی متعصب سیاسی یہودیت یعنی صہیونیت سے بیزار ہیں۔ (صہیونیت سے مراد سیاسی اسرائیلیت ہے۔ اس لیے صہیونی ہر وہ شخص ہے جو اسرائیل کا حامی ہو، چاہے وہ غیر یہودی ہو یا غیر اسرائیلی) ان کے خیال میں جب یہودی ریاست کا قیام اور یہودیت کا عالمی غلبہ ''مسیحا'' کی قیادت میں ہوگا، وہی یہود کو تاریخی ذلت سے نجات دلائے گا، تو اسرائیل کے قیام کے لیے لاکھوں فلسطینیوں کو گھر سے بے گھر دربدر کرنے اور اس کے استحکام کے لیے ہزاروں کو قتل کرنے اور کرتے رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیوں نہ ہم مسیحا کا کام اس کے ذمہ چھوڑ دیں اور اس مقصد کے لیے اپنے یہودیوں کو نہ مروائیں جو وہ مسیحا کی آمد سے پہلے حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ یہ معتدل فرقہ ''حسیدی'' کہلاتا ہے۔ یہ اس کا قدیم نام ہے۔ ان کا جدید نام ہیریڈی ہے۔ یہ انتہائی قدیم مذہبی یہودی ہیں جن کے اصل مراکز نیویارک اور لندن ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ صہیونی تحریک نے جو اسرائیل قائم کیا ہے وہ درحقیقت ''نفرت کی ریاست'' کا وہ خطہ ہے جس میں تورات کی پیش گوئی کے مطابق یہودی آخری زمانے (اینڈ آف ٹائم) میں آکر زمانے میں اکٹھے ہوں گے اور اللہ کے غضب و انتقام کا شکار ہوکر نابود ہوجائیں گے۔

ربائی ہرش ان کا مشہور مذہبی رہنما ہے۔ عرفات کی فلسطینی اتھارٹی میں یہودی معاملات کا جو وزیر رکھا گیا تھا وہ اسی طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ مشہور فلسفی اور ماہر لسانیات نوم چومسکی بھی اگرچہ اس فرقے سے نہیں لیکن وہ اس نظریے کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ بھی ''غیر صہیونی'' یہودی ہیں۔ یعنی وہ مذہبی طور پر اس بات کے قائل نہیں لیکن غیر مذہبی سیاسی طور پر اس نکتہ نظر کو تسلیم کرتے ہیں۔ برطانیہ میں مختلف مواقع پر اس فرقے کے لوگ فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم کے خلاف اپنا ردِعمل ریکارڈ کرواتے رہتے ہیں۔ حضرت مہدی جب ظاہر ہوں گے اور یہودیوں کے گم کردہ مقدس آثارِ قدیمہ یعنی تابوتِ سکینہ، عصائے موسوی، الواح تورات کے ٹکڑے، مائدۂ بنی اسرائیل، من وسلویٰ کے مخصوص برتن، تخت داؤدی (یہ گم شدہ نہیں، ملکہ برطانیہ کی کرسی میں نصب ہے) کو برآمد کرلیں گے تو یہ معتدل مزاج یہودی اپنی انصاف پسندی کی بنا پر حضرت پر ایمان لے آئیں گے۔ ان کو یقین ہوجائے گا کہ ہمارے بڑوں نے اپنے گناہوں اور بداعمالیوں کی نحوست سے جس چیز کو گم کیا، اس کو دریافت

تین خوش نصیب طبقے

کرنے والا ہی آخری مسیحا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیروکار اور سچے مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا ساتھی ہے۔ تابوتِ سکینہ کو دیکھ کر چند یہودیوں کے ایمان لانے کا ذکر حدیث شریف میں ہے البتہ ان کی اس مذکورہ بالا فرقے پر تطبیق بندہ کی خیالی کاوش ہے۔ یہ یہودی اپنے ساتھ جو سرمایہ اور ٹیکنالوجی لے کر مسلمانوں سے آملیں گے، اس سے مسلمانوں کی مادی طاقت بھی ''کسی حد تک'' بہتر ہو جائے گی۔

چند سال کی بات بندہ نے اس لیے کی ہے کہ حضرت مہدی اپنے ظہور کے بعد (جو چالیس سال کی عمر میں ہوگا) سات سال تک دنیا کی تین بڑی کفریہ طاقتوں میں سے دو کے خلاف جہاد فرمائیں گے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف شاندار فتح حاصل کریں گے۔ اب پیچھے صرف یہودی رہ جائیں گے۔ آٹھویں سال دجال ظاہر ہوگا اور فتنۂ یہود عروج پر پہنچ جائے گا جو درحقیقت شیطانی طاقتوں کا فتنہ ہے۔ اسی سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ نواں سال دجال کے قتل اور ''شر کے گھر'' اسرائیل کے خاتمے کے بعد مستحکم ترین عالمی اسلامی خلافت کے قیام اور استحکام کا ہوگا۔ 49 سال کی عمر میں حضرت مہدی انتقال کر جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نمازِ جنازہ پڑھ کر بیت المقدس میں ان کو دفن فرمائیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام 38 سال تک زمین پر رہیں گے۔ اس طرح حضرت مہدی ظہور کے بعد زمین پر کل نو سال رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت مہدی سات سال اور وفات مہدی کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اڑتیس سال دنیا میں رہیں گے۔ بیچ کے دو سال دونوں قائدین اکٹھے گزاریں گے۔

(2) اس تفصیل کے بعد اب ہم اس دوسری قوت کا تذکرہ کرنے کے قابل ہو گئے ہیں جو اپنی ٹیکنالوجی اور سرمائے سے مسلمانوں کو درکار مادی طاقت کی کمی پوری کرے گی۔ یعنی وہ خوش نصیب عیسائی حضرات جو رحم دل ہیں اور انسانیت کی خدمت اخلاص سے کرتے ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسلمانوں کی جہادی جماعت میں نزول کے بعد ان کو بھی ''دہشت گردی کا طعنہ'' دینے کے بجائے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ انہیں یہ سعادت ان کی روایتی رحم دلی اور انصاف پسندی کے سبب ملے گی۔ یہ لوگ یورپ اور امریکا کی حیران کن سائنسی طاقت میں سے ''کچھ حصہ'' لے کر مسلمانوں سے آملیں گے۔ اوپر بندہ نے یہودیوں کے ذکر میں ''کسی حد تک'' اور عیسائی حضرات کے ذکر میں ''کچھ حصہ'' کا لفظ جان بوجھ کر استعمال کیا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی کامیابی کی اصل ٹیکنالوجی باطن میں بغض وحسد کے خاتمے اور ظاہر میں تقویٰ و جہاد کے اپنانے میں ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ مسلمان بھی سائنس وٹیکنالوجی اور عسکری ومعاشی وسائل میں اس حد تک پہنچ جائیں گے کہ کفر کے غلبے کو مادی طاقت کے ذریعے ختم کریں۔ نہ میرے محترم بھائیونا! ایسا نہیں ہوگا۔ غزوات البتہ ہمیشہ غیر مساوی طاقتوں کے درمیان لڑے گئے ہیں۔ اللہ والوں اور شیطانی قوتوں میں ظاہراً زمین آسمان کا فرق رہا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو حق اور باطل کی ترقی اور فتح کے پیمانے تو ایک جیسے ہو جائیں گے۔ اللہ کی نصرت اور قدرت کاملہ کا مسلمانوں کے حق میں ظہور کا وقت پھر کب آئے گا؟